چوتھی صدی ہجری کا شہرہ آفاق شاعر

ابو الطیب المتنبی

از مسعود انور علوی

مندرجہ بالا اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت تک اس کی شادی نہ ہوئی تھی۔ ۳۳۳ھ میں جب سیف الدولہ اپنے بھائی ناصر الدولہ کی فوجی کمک کے واسطے جا رہا تھا تو اس نے چاہا تھا کہ متنبی اس کی معیت میں رہے مگر اس نے عذر کرتے ہوئے کہا تھا:

إنّ الذی خلّفت خلفی ضائع　　ما لی علی قلقی الیہ خیار

وإذا صحبت فکل ماء مشرب　　لولا العیال وکل ارض دار

بیشک وہ اہل و عیال جن کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں ضائع ہو جائیں گے اس رنج و قلق میں مجھے کچھ اختیار نہیں ہے اگر اہل و عیال نہ ہوتے تو آپ کی صحبت میں جس گھاٹ پر اترتا وہی پینے کی جگہ اور جس زمین پر بسیرا کرتا وہی اپنا گھر ہوتا۔

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ۳۳۷ھ میں اس کی شادی ہو چکی تھی۔ مگر ... کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو یاقوت حموی نے معجم الادباء میں لکھا ہے کہ ...

مناظرہ میں وہ کسی بات پر کسی شخص سے جب ناراض ہوا تو لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا:

مُحسّنُ خذ بیدہ و اخرجہ

محسد اس کا ہاتھ پکڑ اور نکال دے۔[1]

یہ بھی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ شیراز سے واپسی پر باپ کے ہمراہ مارا گیا۔[2]

شوال ۳۴۷ھ میں کافور کی ایک قصیدہ میں مدح سرائی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے:

یضاحک فی ذی العید کل حبیبہ ۔۔۔ حذائی وابکی من اُحبّ واندب

اَحِنّ الی اھلی واھوی لقاءھم ۔۔۔ واین من المشتاق عنقاء مغرب

اس عید کے موقعہ پر ہر شخص میرے روبرو اپنے دوست سے ہنسی مذاق کر رہا ہے اور میں وطن کی دوری کے باعث محبوب پر گریہ وزاری کر رہا ہوں۔

میں اپنے کنبہ کا مشتاق اور ان سے ملاقات کا مشتاق ہوں مگر کیا کیجیے کہاں مشتاق اصحاب اور کہاں عنقا دور جانے والا (یعنی وصال کی صورت نہیں)

۳۳۸ھ میں سیف الدولہ کے بیٹے کے مرثیہ میں کہا:

وقد ذقتُ حلواء البنین علی الصبا ۔۔۔ فلا تحسبنی قلتُ ما قلتُ عن جہلِ

میں نے جوانی ہی میں اولاد کا مزہ چکھ لیا ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ میں نے کیا ہے ناسمجھی کی بنا پر کیا ہے۔

۱۔ معجم الادباء ج ۶ ص ۱۲

۲۔ الصبح المنبی باب القتل۔

مذہب اس کے مذہب کے بارے میں اختلاف ہے۔ بہرحال یہ بات مسلّم ہے وہ خارجی و شیعہ نہ تھا بلکہ دیگر شعراء کی طرح ایک آزاد خیال شاعر تھا۔ اس کا مسلک وہی تھا جو عام طور پر جمہور مسلمانوں کا ہے، اب یہ بات کہ وہ کسی شیعی سردار کی شان میں مدحیہ قصیدہ میں کوئی ایسی بات کہدے جس سے ان کے عقیدہ کی توثیق ہو تو کوئی خاص بات نہیں کیوں کہ شعراء اکثر بے جا مدح سرائی بھی کرتے ہیں اور خوشامدانہ اشعار بھی نظم کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے کچھ لوگ اس کے شیعی ہونے کی تائید میں وہ قصیدہ پیش کرتے ہیں جو طاہر بن الحسین العلوی کی مدح میں کہا ہے اور جس میں شیعی عقیدہ کی تائید کی ہے کہ حضرت علیؓ وصی رسولؐ ہیں:

هو ابن رسول الله وابن وصيه　　وشبههما شبهت بعد التجاريب

ممدوح رسولؐ اور ان کے وصی حضرت علیؓ کے بیٹے ہیں اور دونوں کے مشابہ ہیں اور میں نے یہ بات تجربہ کے بعد کہی ہے۔

اس کے اکثر اشعار پڑھنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے بعض جگہ برملا اسلام کا مذاق اڑایا ہے۔ مثلاً سیف الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا ہے:

ونصفي الذي يكنى ابا الحسن الهوى

ونرضي الذي يسمى الاله ولا يكنى

ہم اس شخص سے جس کی کنیت ابوالحسن ہے سچی محبت کرتے ہیں اور اس ذات کو خوش رکھتے ہیں جس کا نام اللہ ہے اور جس کی کوئی کنیت ہی نہیں ہے۔

بدر بن عمار کی شان میں کہتا ہے:

لو كان علمك بالاله مقسما　　في الناس ما بعث الاله رسولا

او کان لفظک نیهم ما انزل التوراۃ والفرقان والانجیلا

اگر آپ کی خدا شناسی لوگوں میں تقسیم کر دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی رسول کو دنیا میں نہ بھیجتا اور اگر آپ کا کلام لوگوں میں موجود ہوتا تو خدا توریت قرآن اور انجیل نہ نازل فرماتا۔

یترشفن من فمی رشفات ۔ ھن فیہ احلی من التوحید

وہ محبوبائیں میرا لعاب دہن بار بار اس طرح چوستی ہیں گویا وہ حلاوت توحید سے زائد شیریں ہے۔

ہاں البتہ اگر شعر یوں پڑھا جائے تو تشبیہ کی وجہ سے مبالغہ بھی کم ہو جائے گا اور درست ہو جائے گا۔

یترشفن من فمی رشفات ۔ من فیہ حلاوۃ التوحید

صاحب تسہیل البیان لکھتے ہیں کہ توحید کے معنی ایک قسم کی انجیر کے ہیں۔ اس طرح شعر بالکل صاف ہو گیا۔

دعویٰ نبوت اس شاعر کے کلام کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ سوال ذہن کے گوشہ سے سر اٹھاتا ہے کہ جب اس کا نام ابو الطیب احمد بن حسین تھا تو آخر کیوں اس کو متنبی کہا جاتا ہے۔ اس باب میں اس قدر کثرت سے اختلاف رائے ہے کہ بیان کرنا ناگزیر ہے۔ ایک طبقہ جو اس کا مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا جس کی بنا پر امیر حمص نے اس کو قید کر دیا تھا نیز وہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں اس کے کچھ اشعار پیش کرتے ہیں۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ اس نے صرف ارادہ کیا تھا جس کی بنا پر اس کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس کے اکثر اشعار اس اتہام کی نفی کرتے ہیں۔ اجمالاً اس پہلو پر نظر ڈالئے۔ عمر فروخ بھی اسی کی تائید

کرتے ہیں[1]

علامہ ثعالبی کی طرف رجوع کریں تو اس قسم کی عبارت ملے گی:

وحکی ابوالفتح عثمان بن جنی قال سمعت ابا الطیب
یقول انما لقبت بالمتنبی بقولی[2]

ما مقامی بارض نخلۃ الا کمقام المسیح بین الیہود
انا فی امۃ تدارکہا اللہ غریب کصالح فی ثمود

عثمان بن جنی نے کہا میں نے ابوالطیب کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنے اس کہنے کی وجہ سے متنبی کے لقب سے مشہور ہوا۔ سرزمین نخلہ میں میرا قیام ویسا ہی ہے جیسا حضرت عیسیٰؑ کا قوم یہود میں۔ میں ایسی امت میں ہوں کہ خدا اس کی اصلاح کرے جو میری حیثیت سے ناواقف ہے جس طرح حضرت صالحؑ قوم ثمود میں اجنبی تھے اسی طرح میں اجنبی ہوں۔

صاحب معجم الادباء نے بھی اس کی تائید میں ایک روایت پیش کی ہے جو متنبی کے ہم عصر مشہور ابوحسین الغاشی سے منقول ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۲ سال کی عمر تک وہ اس لقب سے مشہور نہ ہوا تھا بلکہ ۳۲۵ھ کے بعد ہوا۔ چنانچہ کہتا ہے کہ میں ۳۲۵ھ میں کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں کو متنبی کے اشعار املا کرا رہا تھا متنبی بھی وہاں موجود تھا اور وہ اس وقت تک متنبی کے لقب سے منسوب نہ ہوا تھا[3]

صاحب ابی الطیب متنبی لکھتے ہیں کہ "وہ خود کو متنبی کہلانا پسند نہ کرتا تھا

۱۔ تاریخ الادب العربی۔ العصر العباسیۃ صفحہ ۴۵۸۔

۲۔ یتیمۃ الدہر ج ۱ صفحہ ۱۱۰۔

۳۔ ابوالطیب المتنبی صفحہ ۱۷۔

جب اس سے پوچھا جاتا کہ متنبی کے کیا معنی ہیں تو وہ کہا کرتا کہ یہ لفظ نبوت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں المرتفع من الارض یعنی بلند ٹیلہ۔ یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کے دربار میں ابن خالویہ کے طنز کے جواب میں اس نے کہا تھا جو لوگ مجھ سے جلتے ہیں انھوں نے میرا نام متنبی رکھ چھوڑا ہے میں ان کو ایسا کرنے سے کیسے باز رکھ سکتا ہوں[1]

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ متنبی جب سیف الدولہ کے دربار میں پہونچا تو ابو علی بن حامد رادی بھی موجود تھا اس نے متنبی سے ان آیات النجم السیار، والفلک الدوار واللیل والنہار ان الکافر لفی اخطار الخ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا یہ آیات اس پر وحی کے طور پر نازل ہوئیں جس پر اس نے سختی سے انکار کیا[2]

ثعالبی نے لکھا ہے کہ متنبی بڑا خود دار اور بلند حوصلہ شخص تھا اس نے نوعمری میں ہی لوگوں کو اپنی جادو بیانی سے مسحور کر لیا تھا اور ان کو اپنی بیعت کی دعوت دی، جب اس کی دعوت عام ہونے لگی تو اس کی خبر حاکم وقت کو ہوگئی اس نے گرفتار کرا کر اسے جیل میں ڈلوادیا لکھا ہے: ویحکی انہ تنبأ فی صباہ وفتن شرذمۃ لقوۃ ادبہ وحسن کلامہ یعنی کہا جاتا ہے (مصدقہ نہیں ہے) کہ اس نے نوجوانی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی ادبی طاقت اور حسن کلام سے لوگوں کو گمراہ کیا تھا[3]

اصبہانی نے ایضاح المشکل میں لکھا ہے کہ اس کے ایک لغو دعوی کی وجہ سے امیر حمص نے اس کو قید کر دیا تھا۔ اپنی برأت میں وہ ایک قصیدہ میں کہہ رہا ہے:

۱۔ ابو الطیب المتنبی صفحہ ۲، ۱۰۷

۲۔ " " " "

۳۔ یتیمۃ الدہر ج ۱ صفحہ ۱۲۰

فمالك تقبل زور الكلام وقدر الشهادة قدر الشهود

تم کو کیا ہوگیا ہے کہ جھوٹے بہتان کی باتیں مانتے ہو حالانکہ گواہی اسی مرتبہ کی سمجھی جاتی ہے جس مرتبہ کے اس کے گواہ ہوتے ہیں۔

غرضکہ یہ بڑا مختلف فیہ مسئلہ ہے یہ تو ممکن ہوسکتا ہے کہ اس نے ارادہ کیا ہو اور لوگوں سے اس پر بیعت لینی چاہی ہو اور اس ارادہ کا پتہ بادشاہ وقت کو چل گیا ہو اور اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کو قید کر دیا ہو اور یہ مشہور ہوگیا ہو کہ اس نے دعوی نبوت کیا تھا چنانچہ امیر حمص سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

فلا تسمعن من الكاشحين ولا تعبأن بمحك اليهود

وكن فارقا بين دعوى أردت ودعوى فعلت بشاءٍ بعيدُ

اے امیر کینہ پروروں کی بات مت سنیے اور یہود جو مجھے پھنسوانا چاہتے ہیں کی بات کی پرواہ نہ کیجئے۔

اس بات کے درمیان کہ میں نے دعوی نبوت کیا اور میں نے ارادہ کیا بہت فرق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف افترا اور بہتان ہے۔ اگر یہ امر صحیح ہوتا تو وہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا تھا۔

ابن اثیر نے دعویداران نبوت کی ایک طویل فہرست دی ہے لیکن کہیں بھی متنبی کا نام نہیں ہے۔ خود ابوالطیب کے معاصرین اس کی امیر حمص کی قید کو امامت و بادشاہت کی جانب خروج کرنے سے تعبیر کرتے ہیں نہ کہ نبوت سے۔ نجد جماعة من معاصري ابي الطيب وملازميه ودارسيه يذكرون سجنه لدعوة الامامة والخروج على السلطان ولكنهم لا يعرضون لنبوته[1]۔ اس دور کے مشہور عظیم ادیب و نقاد ڈاکٹر طٰہٰ حسین جو متنبی کو

۱۔ ابوالطیب المتنبی۔ جوزف الہاشم صفحہ ۱۸۔

اشعر الشعراء کہتے ہیں اسی خیال کے مؤید ہیں کہ دعوی نبوت محض افترا و بہتان ہے[1]۔

سفرِ شام ہمارے پاس کوئی بیّن دلیل نہیں ہے جس کی بنا پہ یہ کہا جائے کہ فلاں سنہ میں شام گیا۔ خطیب بغدادی، جرجی زیدان اور ابوالعلاء المعری کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ۳۱۶ھ میں پہلے عازم بغداد ہوا پھر ۳۱۲ھ میں بعمر ۱۹ سال شام آیا۔ دیکھئے صاحب ابی الطیب المتنبی بھی یہی لکھتے ہیں[2]:

ویستدل من شعرہ ان خروجہ من الکوفۃ کان بعد غزوۃ القرامطۃ سنۃ سادس واحد وثلاثمئۃ وانہ انتقل الی بغداد فاقام بہا قلیلا ثم انصرف عنہا۔ الخ

اس کے اشعار اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ کوفہ سے اس کا نکلنا ۳۱۶ھ میں جنگ قرامطہ کے بعد ہوا پھر وہ بغداد گیا وہاں کچھ روز قیام کر کے روانہ ہوگیا۔

وہ ۳۳۶ھ تک یعنی تقریباً ۱۵ سال ملک شام میں مختلف مقامات پر گھومتا رہا اس نے ۳۲ قصائد میں مختلف امرائے شام کی مدح سرائیاں کیں۔ اس نے اس تمام عرصہ میں کل ۴۲ قصائد لکھے۔ ملک شام کے دوران قیام اس کے چند ممدوحین حسب ذیل ہیں: بدر بن عمار، حسن بن طغج، علی بن احمد الطائی، ابوالمنتصر شجاع الازدی، محمد بن زریق، ابوالعشائر وغیرہ۔

تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل شام کی مدح سرائی میں اسے بہت کم انعامات ملے۔ اکثر و بیشتر نے تو اسے چند درہموں پر ہی ٹرخا دیا۔

۱۔ ابوالطیب المتنبی جوزف الہاشم صفحہ ۱۹۔

۲۔ تفصیل کے لئے مع المتنبی (فی جزئین) ملاحظہ فرمائیں جس میں موصوف نے بڑی دقت نظر سے متنبی کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے منہ ۱۲

محمد بن زریق طرسوسی نے اسے اس قصیدہ پر صرف دس درہم دیئے مگر بعد میں لوگوں کے کہنے پر دوگنے کر دیئے:

ھذی بَرَزْتَ لَنَا فھجت رسیسا ثم انثنیت وماشفیت نسیسا

تو نے میرے سامنے آکر میری دلی محبت کو بھڑکایا اور پھر عاشق کی رہی سہی جان کو شفا دیئے بغیر چلی گئی۔

لیکن بعض ممدوحین نے اس کو بہت سراہا اور اسے انعام و اکرام سے خوب نوازا جیسے حسین بن علی الہمدانی وغیرہ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

مدحت اباہ قبلہ فشفی یدی

من العدم من تشفی بہ الاعین الرمدُ

حباني باثمان السوابق دونہا

مخافۃ سیری انہا للنوی جُندُ

میں نے اس سے بیشتر اس کے باپ کی تعریف کی تھی جس کے دیدار سے لوگوں کی بیمار آنکھوں کو شفا بخشی جاتی ہے اس نے میرے ہاتھوں کو افلاس کی بیماری سے شفا دی یعنی فقر و فاقہ و تنگدستی کو دور کر دیا۔ اس نے بجائے تیز رفتار گھوڑوں کے ان کی قیمتیں مجھ کو بخشیں اس خوف سے کہ کہیں میں ان پر سوار ہو کر چلا نہ جاؤں بلاشک گھوڑے فوج کی طرح جدائی کے معاون ہوتے ہیں۔

شمالی شام کے علاقوں سے گھومتا پھرتا وہ طرابلس پہنچا اور عبید اللہ بن خلکان کی تعریف میں بڑا زوردار مدحیہ قصیدہ کہا۔ غرضکہ طرابلس سے ہوتا ہوا وہ لاذقیہ پہنچا۔ وہاں محمد بن اسحٰق التنوخی اور حسین کی خوب مدح سرائیاں کیں اب اس کی شاعری پورے طور پر جوالا ہو چکی تھی، آرزوؤں اور تمناؤں میں ہلچل مچ چکی تھی، دل کی باتیں نوک زبان و قلم

سے نکلنی شروع ہو گئی تھیں ۔ علی بن ابراہیم التنوخی کی شان میں ملاحظہ ہو :

لِنلومُکَ یا عَلِیُّ بغیر ذنب لانک قد ما ذیت علی العباد

وَانّکَ لا تجود علی الجوادِ هباتک اَنْ یلقّب بالجواد

اے علی ابہم تم کو بغیر تمہارے کسی گناہ کے ملامت کرتے ہیں کیونکہ تم نے تمام لوگوں پر عیب لگا دیا یعنی تمہارے سامنے تمام لوگوں کے اخلاق حمیدہ اور افعال حسنہ بے وقعت ہو گئے ہیں ۔

اور اس وجہ سے ملامت کرتے ہیں کہ تمہاری بخششیں کسی سخی کو سخی کا لقب نہیں ملنے دیتیں ۔ یعنی تمہارے عطیات اور بخششیں بکثرت ہیں جس کا مقابلہ بڑے سے بڑا سخی بھی نہیں کر پاتا ۔

یہیں لاذقیہ میں اس پر نبوت کا دعوی لگا جس کی بنا پر امیر حمص نے اس کو قید بامشقت میں ڈال دیا[1] صاحب الصبح المنبی نے لکھا ہے کہ اس نے قرآن کے مقابلہ پر کچھ سورتیں پیش کرنا چاہیں[2]

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا گیا جس پر اس نے کہا: آپ ہی نے میرے نبی ہونے کی بشارت بایں الفاظ دی تھی لانبی بعدی ۔ لا نامی نبی میرے بعد ہوگا اور آسمانوں پر میرا نام لا ہے ۔ اخبر نبوتی حیث قال ، انا لانبی بعدی، و انا اسمی فی السماء لا[3] ۔ بہرحال اس قسم کی بیشتر روایات ہیں لیکن ابو العلاء المعری نے رسالۃ الغفران میں لکھا ہے جس سے متنبی کی برأت کا پتہ چلتا ہے :

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۵۲ المتنبی الدکتور زکی علی المحاسنی صفحہ ۲۸ ۔

۲۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۵۸ ۔

۳۔ المتنبی الدکتور زکی علی المحاسنی صفحہ ۲۸ ۔

لِاَنَّ نطق اللسان لا ینبی عن اعتقاد الانسان

زبان قال سے حال کا پتہ نہیں چلتا ہے، ممکن ہے اس نے حب جاہ کی وجہ سے کبھی ایسا کرنا چاہا ہو۔

علامہ بدیعی لکھتے ہیں:

ولما اشتہرہ امرہ وشاع ذکرہ، وخرج بارض سلیمۃ من عمل حمص فی بنی عدی قبض علیہ ابن علی الہاشمی فی قریۃ یقال لہا کوتکین وامر النجار بان یجعل فی رجلیہ وعنقہ قرمتین من خشب الصفصاف۔ الخ

جب اس کے دعوی نبوت کے چرچے ہونے لگے تو علی بن ہاشمی نے موضع کوتکین کی سرزمین سلیمۃ میں اس کو گرفتار کرلیا اور پیروں میں بیڑیاں اور گردن میں طوق (اخروٹ کی لکڑی کا بنا ہوا) ڈلوا دیا۔

جس پر متنبی کہتا ہے:

زعم المقیم بکوکتین بانہ من آل ھاشم بن عبد مناف

فاجبتہ مذصرت من ابنائھم صارت قیودھم من الصفصاف

مقام کوکتین کے مقیم نے یہ سوچا کہ وہ ہاشم بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہے میں نے اس کو جواب دیا کہ جب سے تم ان کی اولاد میں ہوگئے ہو ان کی بیڑیاں اخروٹ کی لکڑی کی ہوگئی ہیں۔

(باقی آئندہ)